سوال: سحر البیان میں اگر اور کوئی خوبی نہ بھی ہوتی تو یہ مثنوی صرف اپنی فصاحت کی وجہ سے زندہ رہ سکتی تھی۔ اپنی رائے کا اظہار کریں۔

جواب

(میر حسن نے غزل، رباعی اور مرثیہ خوب کہے تھے مگر ان کی شہرت کا زیادہ تر دارومدار ان کی مثنوی سحر البیان ہے۔ یہ مثنوی 1785ء میں تحریر ہوئی اور نواب آصف الدولہ اودھ کے نام مضمون ہوئی (مثنوی نگاری کی ابتداء میر حسن سے بہت پہلے ہو چکی تھی۔ شعراء نے کئی چھوٹی بڑی مثنویاں لکھیں) جب شاعری کا مرکز لکھنؤ منتقل ہوا تو مثنوی کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ تاہم میر حسن کے سامنے میر تقی میر کی عشقیہ مثنویوں کے علاوہ کوئی ایسی مکمل مثنوی موجود نہ تھی جس کی وہ تقلید کرتے۔ (خود میر حسن نے سحر البیان کے علاوہ دس مثنویاں اور لکھیں۔ لیکن کوئی بھی یہ مقام اور مقبولیت حاصل نہ کر سکی)

بقول مولانا محمد حسین آزاد ... آب حیات

"قبول عام نے اسے ہاتھوں میں لے کر آنکھوں پر رکھا اور آنکھوں نے دل و زبان کے حوالے کیا۔"

پلاٹ

مثنوی میں ایک ایرانی داستان پیش کی گئی ہے مگر انداز بیان اتنا موثر اور دلچسپ ہے کہ آج تک کوئی مثنوی اس کا مدمقابل نہ ہو سکی۔ اس مثنوی میں شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدر منیر کا قصہ ہے اس لئے یہ مثنوی بدر منیر کے نام سے بھی مشہور ہے۔ زبان کی سادگی اور سلاست روزمرہ کی بولی محاورہ اور ضرب المثل کی برجستگی الفاظ و تراکیب کی شیرینی یہ تمام خوبیاں میر حسن کی قادر الکلامی اور جمالیاتی ذوق کی شاہد ہیں۔

میر حسن کے انداز و بیان کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

(1) سادگی و سلاست

سحر البیان سادگی اور بے تکلفی کا عمدہ نمونہ ہے۔ میر حسن کی سادگی میں ایسی ہنرکاری ہے کہ قاری پر وجدانی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ زبان نہایت سلیس، فصیح اور رواں ہے۔ فصاحت اور سادگی کے اعتبار سے آج کی زبان معلوم ہوتی ہے۔

بقول محمد حسین آزاد ... آب حیات

"کیا اسے سو برس آگے والوں کی باتیں سنائی دیتی تھیں کہ جو کچھ کہا اس وقت صاف دلی محاورہ اور وہی گفتگو ہے جو آج ہم تم بول رہے ہیں۔"

Scanned with CamScanner

کناری کے جوڑے چمکتے ہوئے
وہ پاؤں میں گھنگرو چھنکتے ہوئے
وہ بالے چمکتے ہوئے کان میں
پھڑکنا وہ نتھنے کا ہر آن میں

اصول انتقاد ادبیات:

بقول عابد علی عابد ..... "میر حسن کی مثنوی کی زبان کم و بیش آج کل کی زبان ہے۔"

بقول امداد امام اثر ..... کاشف الحقائق
"اس کی زبان فطری سلاست رکھتی ہے۔"

بقول فرمان فتح پوری:
"میر کی زبان میں اعلیٰ درجے کی ادبیت ہے۔"

(2) تشبیہ و استعارات

تشبیہ و استعارات شاعری کے زیور ہیں۔ شاعری میں ان سے وہ کام لیا جاتا ہے جو کام مصوری میں رنگ و روغن سے لیا جاتا ہے۔ سحر البیان میں گلزار نسیم کے برعکس تشبیہات کا استعمال نسبتاً کم ہے اور پھر یہ کہ میر حسن نے انہیں موقع محل کی مناسبت سے استعمال کیا ہے۔ جو کسی قاری کے ذہن پر گراں نہیں گزرتی۔

بقول احسان الحق ..... میر حسن عہد اور فن:
"سحر البیان میں بھی تشبیہات و استعارات کا استعمال نظر آتا ہے لیکن اس خوبی سے کہ برجستگی و بے تکلفی کا سماں قائم رہتا ہے۔ تکلف تصنع اور آورد کا احساس نہیں ہوتا۔"

چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

نہا دھو کے نکلی عجب آن سے
کہ الماس نکلے ہے جوں کان سے

بقول مجنوں گورکھپوری ..... تنقیدی حاشیے:
"اردو شاعری میں صرف دو ہستیاں ایسی ہیں جن کی شاعری پر مصوری کا گمان ہوتا ہے۔ میر حسن اور ان کے پوتے میر انیس۔"

(3) ضرب المثال اور محاورہ کا برمحل استعمال

سحر البیان کی قابل ذکر خوبی اس کی زبان ہے۔ اس مثنوی کو لکھے ہوئے تقریباً دو سو سال ہوئے ہیں۔ مگر اس کی شیرینی، روانی، فصاحت و جاذبیت میں کوئی فرق نہیں آیا اور پڑھتے ہوئے یہ

Scanned with CamScanner

محسوس نہیں ہوتا کہ ہم پرانی تحریر پڑھ رہے ہیں۔ یہی حالت روزمرہ اور محاورات کی ہے۔ [illegible]
مروجہ ضرب الامثال کو استعمال کیا ہے لیکن ان کے اپنے اضافے زبانوں میں اس طرح [illegible]
انہیں ضرب الامثال کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

بقول محمد حسین آزاد ..... آب حیات

"خصوصاً ضرب الامثل کو اس خوبصورتی سے نثر میں مسلسل کر جاتے ہیں کہ [illegible]
نظارے بھرتی ہے۔"

گئی رات حرف و حکایات میں
سحر ہو گئی بات کی بات میں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں
سدا ہاؤ کانفر کی بجتی نہیں

ان مثالوں سے ثابت ہوا کہ میر حسن کے بارے میں عابد علی عابد نے صحیح کہا ہے۔

بقول عابد علی عابد ..... اصول انتقاد ادبیات:

"محاورہ اور روزمرہ میر حسن کے ہاں اس طرح استعمال ہوتا ہے جیسے موتی پرو دیا ہو۔"

میر حسن کے مکالموں میں محاورہ اپنا رنگ دکھاتا ہے اور یہ رنگ اور بھی نکھر آتا ہے جب [illegible]
عورت بات کرتی ہے۔ نجم النساء کا بدر منیر کے کلام:

کہ اتنے میں آئی وہ دختر وزیر
لگی ہنس کے کہنے بدر منیر
مجھے چونچلے تو خوش آتے نہیں
تیرے ناز بے جا یہ بھاتے نہیں

مکالمہ نگاری

کسی مسلسل کہانی میں مکالمہ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے اس میں [illegible]
آ جاتا ہے۔ مثنوی سحر البیان میں مکالمہ نگاری کی خوبی بھی موجود ہے۔

میر حسن مکالموں کی تخلیق میں موقع محل، عمر، رتبہ، شائستگی اور شرافت کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ غرض انہوں نے مکالمہ نگاری کے مختلف نقاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے کرداروں کی زبان سے [illegible]
ہیں۔ مثلاً بدر منیر اور بے نظیر کے مکالمے، بدر منیر سے نجم النساء کی چھیڑ چھاڑ یا نجم النساء اور [illegible]
گفتگو ایسے دلچسپ مکالمے ہیں جن سے مثنوی میں جان پڑ گئی ہے۔ نجم النساء اور بدر منیر کی یہ [illegible]

Scanned with CamScanner

النساء کی شوخی کے آئینہ دار اور مکالمہ نگاری کی بہترین مثال ہے

بدر منیر:

کہا شہزادی کو بیٹھی ہے کیا
یہ پیالہ تو اس بت کے منہ لگا
ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو
لب و لعل شیریں کو ٹک کھول تو
میں سمجھی تیرا دل گیا ہے کدھر
بہانے تو کرتی ہے کیوں مجھ پر دہر

نجم النساء:

لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ مہ وش
ہوئی تھی اسے دیکھ میں ہی تو غش
تمہیں نے تو چھڑکا تھا مجھ پہ گلاب
بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

موسیقیت

مثنوی کا سرسری مطالعہ کرنے سے بھی معلوم ہوگا کہ حسن نظامی گنجوی کی طرح میر حسن موسیقی کے تمام رموز و اسرار کے ماہر ہیں۔ اس لئے ان کے کلام میں ترنم اور نغمہ اکثر آتا ہے۔ میر حسن اکثر ایسے قافیے استعمال کرتے ہیں کہ ردیف کی کیفیت بھی ان میں شامل معلوم ہوتی ہے۔

درختوں کی چھاؤں اور کچھ وہ دھوپ
وہ دھانوں کی سبزی وہ سرسوں کا روپ
وہ آنکھیں جو روتی ہیں یوں پھوٹ پھوٹ
گویا کہ موتی بھرے ہیں کوٹ کوٹ

مثنوی اول سے آخر تک فصاحت میں ڈوبی ہوئی ہے اور اس کا قریب قریب ہر شعر اتنا موزوں ہے کہ وہ لوگ بھی جو حروف تہجی کو نہیں پہنچتے اس کے اشعار وظیفوں کی طرح یاد کر لیتے ہیں۔

(4) زبان

بقول ڈاکٹر خان رشید ..... اردو کی تین مثنویاں:

"میر حسن نے ہر جگہ بول چال کا خاص خیال رکھا ہے۔ جس طبقے کے افراد کا ذکر کرتے ہیں انہیں کی زبان کا استعمال ہے۔"

علامہ شبلی نے میر حسن پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ انہوں نے عامیانہ بول چال اور محاوروں کو

Scanned with CamScanner

استعمال کیا ہے جبکہ انیس نے نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محاکات کا اصل مقصد یہی ہے کہ جس طبقے کا ذکر ہو اس کی زبان بھی استعمال کی جائے۔ یہ ابتذال نہیں اور یہی وجہ ہے کہ میر حسن نے اسے روا رکھا کیونکہ میر حسن کے ہاں ایسے افراد نہ تھے جس کے لئے عامیانہ زبان استعمال کی جائے۔ انہوں نے ہر کردار کو صحیح طریقے سے اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش اس وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب اس کردار کی اپنی زبان استعمال کی جائے۔ مثنوی سحر البیان میں اس کے ثبوت جگہ جگہ ملتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ باغ میں لونڈیوں کی بے فکری کا منظر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں
قہقہے کہیں اور کہیں گالیاں
بجاتی پھرے کوئی اپنے کڑے
کہیں واہ واہ کہیں واہ چھڑے

یہ خالص اس طبقے کا طرز کلام ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

انتخاب الفاظ

میر حسن نے مثنوی میں یہ التزام رکھا ہے کہ کرخت اور ثقیل حرفوں کو بہت کم استعمال کیا جائے۔ ان کے الفاظ گویا در شہوار ہیں کہ ریشم کی چادر پر لڑھکتے چلے آتے ہیں۔

بقول حکیم عبدالحئی ..... تذکرہ گل رعنا:

"میر حسن زبان کے مزاج سے واقف تھے اور ان کا مذاق اتنا تنوع تھا کہ ان کے لکھے ہوئے الفاظ بہت کم متروک ہوئے ہیں۔"

گویا میر حسن نے سحر البیان کو واقعی سحر بنانے کیلئے مختلف حربے استعمال کیے ہیں۔

بقول فرمان فتح پوری:

"سحر البیان ایک فنکار کی فنکاری کا آخری شاہکار ہے۔ یہاں ان کا آرٹ اپنی انتہائی بلندیوں پر نظر آتا ہے۔"

بقول ڈاکٹر گوپی چند: "میر حسن کی یہ مثنوی اردو ادب کا لافانی شاہکار ہے۔"

مثنوی سحر البیان کی ان خوبیوں کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ تمام خوبیاں نہ بھی ہوتیں تو مثنوی کی فصاحت اتنی زیادہ ہے کہ وہ اسی کے تحت اپنا نمایاں مقام پیدا کر سکتی ہے۔

بقول ڈاکٹر گوپی چند:

"میر حسن کی جادو بیانی اور سحر طرازی نے قصے کو واقعی سحر البیان بنا دیا۔"

بقول حالی ..... مقدمہ شعر و شاعری

"جو کچھ اس مثنوی میں بیان کیا ہے آنکھوں کے سامنے تصویر کھینچ دی ہے۔"

Scanned with CamScanner